قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا

(متفرقات)

# رزق

# کی

# حقیقت

فرقان الدین احمد

بسم الله الرحمان الرحیم

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقّاً وَارْزُقْنَا اتِّبَاعَه اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلاً وَارْزُقْنَا اجْتِنَابَه

# رزق کی حقیقت

## (۴)

گو "نعمت اور مصیبت کی حقیقت"[1] نامی مضمون اجمالی طور پر نعمتوں کی شکل میں انسان کے رزق؛ اور مصائب کی شکل میں انسان کی دنیاوی آزمائشوں یعنی فتنوں؛ دونوں پر محیط تھا؛ مگر عصرِ حاضر میں "کرونا" نامی عالمی ایمان سوز دجالی فتنہ کے بطن سے؛ جو ایمان سلب کرنے والے عالمی رزق کے فتنہ نے جنم لیا ہے اور اس کے نتیجہ میں لوگوں کے بدلتے رویے؛ ناامیدیوں کے پھیلتے بادل اور مایوسیوں کے گہرے ہوتے ہوئے سایوں نے مجھے اس مضمون کی تحریر پر مجبور کیا؛ گو میں بخوبی واقف ہوں کہ جس طرح جنگ کے دوران فوجی کے لیے تربیت حاصل کرنے کا نہیں بلکہ حاصل شدہ تربیت کے اطلاق کا وقت ہوتا ہے؛ اسی طرح دنیاوی فتنوں کے ظہور کے بعد ایک مسلمان کے لیے ایمان حاصل کرنے کا وقت نہیں بلکہ حاصل شدہ ایمان کے مظاہرہ کا وقت ہوتا ہے؛ اس کا ذاتی مشاہدہ "کرونا" کے عالمی فتنہ کے شکار دینی اور دنیاوی طبقہ کے افراد سے مکالمہ کی صورت میں میری یاداشت میں آج بھی موجود ہے؛ جن کے متاثر شدہ دل اور دماغ نقلی دلائل کی حقانیت کو سمجھنے اور قبول کرنے سے قاصر ہو گئے تھے[2]۔ اسی باعث موجودہ حالات میں اس مضمون سے عملی استفادہ بھی شاید ایک قلیل تعداد ہی کر سکے۔ مگر چونکہ اس رزق کے عالمی دجالی فتنہ کی انتہا دجال ملعون کے "رزّاق" اور "ربّ" ہونے کے دعویٰ اور مسلمانوں کی ایک اکثریت کے اس دعویٰ کے اقرار پر اختتام پذیر ہو گی؛ تو اسی سے اس دینی اصطلاح کی اہمیت اور اس کی اصل حقیقت کا ادراک بہت لازمی امر ٹھہرتا ہے۔

- ✓ هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا أَن تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِن قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا قُلِ انتَظِرُوا إِنَّا مُنتَظِرُونَ **[سورۃ الانعام ؛ ۱۵۸]** یہ اس کے سوا اور کس بات کے منتظر ہیں کہ

---

[1] ملاحظہ فرمائیں "قوا انفسکم و اھلیکم (ڈیجٹل ایڈیشن چہارم)" میں مضمون "گناہوں کی حقیقت"

[2] ملاحظہ فرمائیں "قوا انفسکم و اھلیکم (ڈیجٹل ایڈیشن چہارم)" میں مضمون "حق کے پہچان کی حقیقت"

ان کے پاس فرشتے آئیں یا خود تمہارا پروردگار آئے یا تمہارے پروردگار کی کچھ نشانیاں آئیں (مگر) جس روز تمہارے پروردگار کی کچھ نشانیاں آ جائیں گی تو **جو شخص پہلے ایمان نہیں لایا ہوگا** اس وقت اسے ایمان لانا کچھ فائدہ نہیں دے گا یا **اپنے ایمان (کی حالت) میں نیک عمل نہیں کئے ہوں گے** (تو گناہوں سے توبہ کرنا مفید نہ ہوگا اے پیغمبر ان سے) کہہ دو کہ تم بھی انتظار کرو ہم بھی انتظار کرتے ہیں۔

**بحیثیت مسلمان قولی طور پر تمام مسلمانوں کا اقرار ہے کہ:::::**

**أ. رازق واحد اللہ سبحان و تعالٰی کی ذات عالی ہے۔**

- ✓ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ **[سورة الذاريات ؛ ۵۸]** خدا ہی تو **رزق دینے والا** زور آور اور مضبوط ہے۔
- ✓ قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ قُلِ اللَّهُ وَإِنَّا أَوْ إِيَّاكُمْ لَعَلَى هُدًى أَوْ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ **[سورة سبا ؛ ۲۴]** پوچھو کہ تم کو آسمانوں اور زمین سے **کون رزق دیتا ہے؟ کہو کہ خدا؛** اور ہم یا تم سیدھے رستے پر ہیں یا صریح گمراہی میں۔
- ✓ أَمَّنْ هَذَا الَّذِي يَرْزُقُكُمْ إِنْ أَمْسَكَ رِزْقَهُ بَلْ لَجُّوا فِي عُتُوٍّ وَنُفُورٍ **[سورة الملك ؛ ۲۱]** بھلا اگر وہ اپنا رزق بند کرلے **تو کون ہے جو تم کو رزق دے؟** لیکن یہ سرکشی اور نفرت میں پھنسے ہوئے ہیں۔
- ✓ وَكَأَيِّنْ مِنْ دَابَّةٍ لَا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اللَّهُ يَرْزُقُهَا وَإِيَّاكُمْ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ **[سورة العنكبوت ؛ ۶۰]** اور بہت سے جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے **خدا ہی ان کو رزق دیتا ہے** اور تم کو بھی۔ اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

**ب. اور تمام اسباب اس کی مشیت کے تابع ہیں اور اس کی مشیت حکمت پر مبنی ہے؛ یعنی جس کو چاہتا ہے اور جتنا چاہتا ہے رزق عطا کرتا ہے اور یہ تنگی و فراخی مخلوق کی نسبت عین حق پر مبنی ہے۔**

- ✓ -----وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ **[سورة البقرة ؛ ۲۱۲]** ----- اور **خدا جس کو چاہتا ہے** بے شمار رزق دیتا ہے۔
- ✓ اللَّهُ لَطِيفٌ بِعِبَادِهِ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ **[سورة الشورى ؛ ۱۹]** خدا اپنے بندوں پر مہربان ہے وہ **جس کو چاہتا ہے رزق دیتا ہے**۔ اور وہ زور والا (اور) زبردست ہے۔
- ✓ قُلْ إِنَّ رَبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ **[سورة سبا ؛**

**٣٦]** کہہ دو کہ میرا رب جس کے لئے چاہتاہے **روزی فراخ کر دیتاہے** (اور جس کے لئے چاہتاہے) **تنگ کر دیتاہے** لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

- ✓ وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ وَلَكِنْ يُنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ بِعِبَادِهِ خَبِيرٌ بَصِيرٌ **[سورۃ الشوریٰ ؛ ٢٧]** اور اگر خدا اپنے بندوں کے لئے رزق میں فراخی کر دیتا تو زمین میں فساد کرنے لگتے۔ لیکن وہ جو چیز چاہتاہے **اندازے کے ساتھ نازل کرتاہے**۔ بے شک وہ اپنے بندوں کو جانتا اور دیکھتاہے۔
- ✓ وَاللَّهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۔۔۔۔۔ **[سورۃ النحل ؛ ٧١]** اور خدا نے رزق میں **بعض کو بعض پر فضیلت** دی ہے۔۔۔۔۔

**ت.** اور اس دنیاوی رزق کی حیثیت **محض نمائشی** ہے نہ کہ حقیقی۔

- ✓ اعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَزِينَةٌ وَتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُونُ حُطَامًا وَفِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَغْفِرَةٌ مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٌ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ **[سورۃ الحدید ؛ ٢٠]** جان رکھو کہ دنیا کی زندگی محض **کھیل** اور **تماشا** اور **زینت** (و آرائش) اور تمہارے **آپس میں فخر** (و ستائش) اور مال و اولاد کی **ایک دوسرے سے زیادہ طلب** (وخواہش) ہے (اس کی مثال ایسی ہے) جیسے بارش کہ (اس سے کھیتی اُگتی اور) کسانوں کو کھیتی بھلی لگتی ہے پھر وہ خوب زور پر آتی ہے پھر (اے دیکھنے والے) تو اس کو دیکھتا ہے کہ (پک کر) زرد پڑ جاتی ہے پھر چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں (کافروں کے لئے) عذاب شدید اور (مومنوں کے لئے) خدا کی طرف سے بخشش اور خوشنودی ہے۔ اور **دنیا کی زندگی تو متاع فریب ہے**۔
- ✓ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِينَ صَبَرُوا أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ **[سورۃ النحل ؛ ٩٦]** جو کچھ **تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جاتاہے** اور جو **خدا کے پاس ہے وہ باقی ہے** کہ (کبھی ختم نہیں ہو گا) اور جن لوگوں نے صبر کیا ہم اُن کو ان کے اعمال کا بہت اچھا بدلہ دیں گے۔

**ث.** اور اس دنیاوی رزق کے ذریعے **محض** ہماری آزمائش مقصود ہے۔

- ✓ الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ **[سورۃ الملک ؛ ٢]** اسی نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ **تمہاری آزمائش کرے** کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا

ہے۔ اور وہ زبردست (اور) بخشنے والا ہے۔

- ✓ كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِي وَمَنْ يَحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِي فَقَدْ هَوَى [**سورة طه ؛ ۸۱**] (اور حکم دیا کہ) جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تم کو دی ہیں ان کو کھاؤ۔ اور اس میں **حد سے نہ نکلنا**۔ ورنہ تم پر میرا غضب نازل ہو گا۔ اور جس پر میرا غضب نازل ہوا وہ ہلاک ہو گیا۔
- ✓ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَى مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَى [**سورة طه ؛ ۱۳۱**] اور کئی طرح کے لوگوں کو جو ہم نے دنیا کی زندگی میں **آرائش کی چیزوں** سے بہرہ مند کیا ہے **تاکہ ان کی آزمائش کریں** ان پر نگاہ نہ کرنا۔ اور تمہاری پروردگار کی (عطا فرمائی ہوئی) روزی بہت بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔

ج. **اور رزق کی تنگی یا فراخی کوئی کامیابی یا ناکامی کا معیار نہیں ہے۔**

- ✓ وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ بِالَّتِي تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفَى إِلَّا مَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَئِكَ لَهُمْ جَزَاءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوا وَهُمْ فِي الْغُرُفَاتِ آمِنُونَ [**سورة سبا ؛ ۳۷**] اور **تمہارا مال اور اولاد ایسی چیز نہیں کہ تم کو ہمارا مقرب بنادیں**۔ ہاں (ہمارا مقرب وہ ہے) جو ایمان لایا اور عمل نیک کرتا رہا۔ ایسے ہی لوگوں کو ان کے اعمال کے سبب دگنا بدلہ ملے گا اور وہ خاطر جمع سے بالا خانوں میں بیٹھے ہوں گے۔

ح. **اور اِس مقرر کردہ رزق کے مکمل حصول سے پہلے اللہ کے مقرر کردہ فرشتے ہی ہماری موت سے ہماری حفاظت کرتے ہیں۔**

- ✓ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتَّى إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ [**سورة الانعام ؛ ۶۱**] اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے۔ اور **تم پر نگہبان مقرر کئے رکھتا ہے**۔ یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت آتی ہے تو ہمارے فرشتے اس کی روح قبض کر لیتے ہیں اور وہ کسی طرح کی کوتاہی نہیں کرتے۔

خ. **اور اللہ وسعت سے زیادہ انسان کو کسی بھی آزمائش میں مبتلا نہیں کرتا۔**

- ✓ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ـــ۔ [**سورة البقرة ؛ ۲۸۶**] خدا کسی شخص کو **اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا**۔ اچھے کام کرے گا تو اس کو ان کا فائدہ ملے گا برے کرے گا تو اسے ان کا نقصان پہنچے گا۔۔۔۔

مندرجہ بالا سات (۷) عقائد کے حامل ہونے کے باوجود ایک مسلمان کا اس دنیا کے حصول میں کفار کی طرح نہ صرف مشغول ہونا؛ بلکہ بعینہ انہی کی طرح اس کو زندگی کا مقصد قرار دے دینا ہی اس بات کی گواہی ہے کہ یہ عقائد اس کی زندگی میں صرف معلومات کے درجہ میں ہیں اور رزق جیسی دینی اصطلاح کا علم در حقیقت اُسے نصیب ہی نہیں ہوا۔

اہم ترین سوال یہ ہے کہ دین میں رزق سے کیا مراد ہے؟

عمومی سطح پر صرف مال و دولت کی کثرت اور دنیاوی آسانیوں و آرائشوں کو ہی کُل رزق کی حیثیت سے تسلیم کیا جاتا ہے؛ جبکہ دینی نقطہ نظر سے اس دنیا کے مختصر قیام میں؛ ہر وہبی یا کسبی نعمت (اپنے وہبی اور کسبی اسباب سمیت)؛ جو جنین میں روح پھونکے جانے سے لے کر ملک الموت کے روح قبض کرنے تک؛ اس دنیاوی زندگی میں انسان کی تقدیر میں رقم ہے؛ اس پر اللہ کے مہیا کردہ رزق کا اطلاق ہوتا ہے [وَمَا بِكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ ۔۔۔ [سورۃ النحل ؛ ۵۳] اور جو نعمتیں تم کو میسر ہیں سب خدا کی طرف سے ہیں۔۔۔] اور ان نعمتوں کا شمار بھی انسان سے بعید ہے [۔۔۔ وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا ۔۔۔ [سورۃ ابرھیم ؛ ۳۴] ۔۔۔ اور اگر خدا کی نعمتیں گننے لگو تو شمار نہ کر سکو۔۔۔] اور ان نعمتوں میں ان کے کسبی اسباب بھی شامل ہیں [وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِنْهُ ۔۔۔ [سورۃ الجاثیۃ ؛ ۱۳] اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو اپنے (حکم) سے تمہارے کام میں لگا دیا۔۔۔] اور وہبی اسباب بھی [۔۔۔ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۔۔۔ [سورۃ النحل ؛ ۷۸] ۔۔۔ اور اس نے تم کو کان اور آنکھیں اور دل اعضا بخشے۔۔۔] اور ان کسبی اور وہبی اسباب کے ذریعے دنیاوی نعمتوں کا حصول بھی انسان کے رزق میں شامل ہے [۔۔۔ وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا ۔۔۔ [سورۃ الشوریٰ ؛ ۲۰] ۔۔۔ اور جو دنیا کی کھیتی کا خواستگار ہو اس کو ہم اس میں سے دے دیں گے۔۔۔] اور دینی نعمتوں کا حصول بھی شامل ہے [مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ ۔۔۔ [سورۃ الشوریٰ ؛ ۲۰] جو شخص آخرت کی کھیتی کا خواستگار ہو اس کو ہم اس میں سے دیں گے۔۔۔] اور حکمت کو باقی تمام نعمتوں پر فضیلت دے کر واضح کر دیا کہ رزق میں موجود نعمتوں میں باہم تفاوت بھی موجود ہے۔ [۔۔۔ وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ۔۔۔ [سورۃ البقرۃ ؛ ۲۶۹] ۔۔۔ اور جس کو دانائی ملی بے شک اس کو بڑی نعمت ملی۔۔۔]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ رزق صرف "**الرّزاق**" کے اختیار میں ہے؛ رزق کی تنگی اور کشائش

کا تعلق خالصاً اللہ سبحان و تعالیٰ کے تقدیری امور میں سے ہے؛ اور رزق کا دائرہ دو اجزا پر محیط ہے؛ **جز و اول:** رزق کے **کسبی** اسباب (وہ اسباب جو محنت سے حاصل ہوتے ہیں مثلاً علم؛ فن؛ ہنر؛ صناعی ؛ تجارت وغیرہ) اور **وہبی** اسباب پر (وہ اسباب جو خالصاً اللہ تعالیٰ کی عطا سے حاصل ہوتے ہیں مثلاً بینائی؛ سماعت؛ عقل؛ حکمت؛ برکت وغیرہ) اور **جز و دوم:** اسباب کے نتیجہ میں حاصل کردہ **کسبی** نعمتوں (وہ نعمتیں جو محنت سے حاصل ہوتی ہیں مثلاً ایمان؛ مال؛ شہرت؛ سیادت؛ مال غنیمت وغیرہ) اور **وہبی** نعمتوں پر (وہ نعمتیں جو خالصاً اللہ تعالیٰ کی عطا سے حاصل ہوتی ہیں مثلاً والدین؛ پیدائشی اسلام؛ اولاد؛ خاندان؛ نیک زوج وغیرہ)۔

یہاں دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ؛ اگر رزق کی تنگی اور کشائش کا تعلق خالصاً اللہ سبحان و تعالیٰ کے تقدیری امور میں سے ہے؛ تو انسان کی محنت کا کیا مقام ہے؟

تقدیر کا مفصل بیان "تقدیر کی حقیقت"[3] کے مضمون میں ہو چکا ہے؛ خواہشمند حضرات وہیں اس کا مطالعہ فرما سکتے ہیں؛ اس مضمون کی مناسبت سے تو محض اس بات کا ادراک کرنا لازم ہے کہ انسان کی محنت؛ اُس نیت (یعنی پختہ ارادہ) کی عملی شکل کا نام ہے؛ جس کے ذریعے وہ تقدیر میں اپنے لیے مختص رزق کے جز اول (یعنی وہبی و کسبی اسباب) کے صحیح یا غلط استعمال سے تقدیر میں اپنے لیے مختص رزق کے جز دوم (یعنی دینی و دنیاوی نعمتوں) کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جس طرح رزق کے یہ دونوں جز تقدیر کے تابع ہیں؛ بعینہ انسان کی نیت (یعنی پختہ ارادہ) کا عملی شکل اختیار کرنا بھی تقدیری امور میں سے ہے۔ اور انسان اخروی طور پر اپنی اسی نیت (یعنی پختہ ارادہ) کی بنیاد پر ابدی نعمتوں یا عذابوں کا حقدار ٹھہرایا جائے گا اور اس دنیا میں وقوع پذیر محنت (یعنی ظاہری عمل) کی حیثیت ثانوی اور محض آخرت میں گواہان[4] کے ذریعے اتمام حجت کی سے ہے۔ اسی سے دین میں نیت کی اہمیت کا احساس اجاگر ہوتا ہے کہ اگر انسان چاہے تو اپنی تمام دنیاوی نعمتوں کو بھی نیت کی بدولت دینی نعمتوں میں تبدیل کر سکتا ہے[5]۔ (مثلاً اگر دولت کی نعمت کے حصول کے لیے محنت کی نیت "اس کے ذریعے اللہ کے پسندیدہ ابواب میں انفاق" ہو؛ اسی طرح اگر صحت کی نعمت کے حصول کے لیے محنت کی نیت

---

[3] ملاحظہ فرمائیں "قوا انفسکم و اھلیکم (ڈیجٹل ایڈیشن چہارم)" میں مضمون "تقدیر کی حقیقت"

[4] یعنی اس کے اعمال کی کتاب؛ کراماً کاتبین؛ اس کے محافظ فرشتے؛ اس کے اپنے ہی جسم کے اعضا؛ اور زمین کا وہ ٹکڑا جہاں وہ عمل سرزد ہوا

[5] ملاحظہ فرمائیں "قوا انفسکم و اھلیکم (ڈیجٹل ایڈیشن چہارم)" میں مضمون "ایمان کی حقیقت"

"اس کے ذریعے اللہ کی عبادت میں کثرت"ہو؛ خصوصاً "اس کے ذریعے جہاد فی سبیل اللہ میں شرکت مقصود"ہو؛اور دنیاوی علم کی نعمت کے حصول کے لیے محنت کی نیت "اس کے ذریعے اللہ کی مخلوق کی خدمت"ہو؛وغیرہ۔)

اور چونکہ رزق کے دائرہ کے حدود و قعود معین شدہ ہے اور اس مقدر شدہ رزق کے دائرہ میں کمی یا اضافہ ناممکنات میں سے ہے؛تو انسان اس معین شدہ دائرہ میں سے جس اقلیم (یعنی دینی یا دنیاوی) کی نعمت کے حصول کی نیت اور محنت کرتا ہے تو یہ حاصل کردہ نعمت اپنے مدمقابل اقلیم والی نعمت کی وارث قرار پاتے ہوئے؛ اس کے رزق کے حصہ پر قابض ہو جاتی ہے؛ تاکہ رزق کا مجموعی دائرہ ناقابل تغیر رہے۔ مثلاً اگر کفر کے باعث؛ ایک انسان کا حتمی مطلوبہ ہدف قرآن اور حدیث کے موافق نہیں؛ بلکہ اس دنیا کی ظاہری زیب و زینت اور آسانیوں و آرائشوں کا حصول ہو؛تو قرآن حکیم کے مطابق اللہ سبحان و تعالیٰ اپنی حکمت اور ابدی تدبیر کی بنیاد پر؛اس کی محنت کو قبول فرماتے ہوئے اور اس کے رزق کے دائرہ کو ناقابل تغیر رکھتے ہوئے؛ اُس کے ممکنہ دینی رزق کو اس کے مطلوبہ دنیاوی رزق میں تبدیل فرمادیتے ہیں؛

- ✓ مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ ۞ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ [سورۃ هود؛ ۱۵ ۔ ۱۶] جو لوگ دنیا کی زندگی اور اس کی زیب و زینت کے طالب ہوں ہم **ان کے اعمال کا بدلہ انہیں دنیا میں ہی دے دیتے ہیں اور اس میں ان کی حق تلفی نہیں کی جاتی**۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے **آخرت میں آتش (جہنم) کے سوا کوئی چیز نہیں** اور جو عمل انہوں نے دنیا میں کئے سب برباد اور جو کچھ وہ کرتے رہے، سب ضائع۔

اسی قرآنی مثال کا اطلاق ہر فاسق؛ فاجر؛مفسد؛ ظالم اور منافق مسلمان پر بھی بعینہ ہو سکتا ہے؛یعنی کہ جو جتنا اس دنیا کی ظاہری زیب و زینت اور آسانیوں و آرائشوں کی نعمتوں کے حصول کی نیت اور محنت کے ذریعے اپنے دنیاوی رزق میں اضافہ کا خواہاں ہو گا؛ اتنا ہی اس کے رزق کے دائرہ میں موجود دینی نعمتوں میں کمی واقع ہوتی جائے گی (بشمول ایمان کی نعمت کے)؛ یہاں تک کہ قبر میں اس کو جنت کا وہ مقام اپنی کُل نعمتوں کے ساتھ دکھایا جائے گا؛ جس کو وہ اپنے رزق میں موجود دینی نعمتوں کے ذریعے حاصل کر سکتا تھا؛

- ✓ ۔۔۔۔اور **بدکار بندہ** اپنی قبر میں خوف زدہ اور گھبرایا ہوا اٹھ کر بیٹھتا ہے پس اس سے پوچھا جاتا ہے "تو کس دین میں تھا؟"؛وہ کہتا ہے "میں نہیں جانتا"؛ پھر اس سے پوچھا جاتا ہے "یہ آدمی (محمد ﷺ)

کون تھے ؟" وہ کہتا ہے "میں لوگوں کو جو کچھ کہتے سنتا تھا وہی میں کہتا تھا"؛ اس کے بعد اس کے لئے **بہشت کی طرف ایک روشن دان کھولا جاتا ہے** جس سے وہ بہشت کی ترو تازگی اور اس کی چیزوں کو دیکھتا ہے پھر اس سے کہا جاتا ہے "اس چیز کی طرف دیکھ جسے اللہ نے **تجھ سے پھیر لیا ہے**"؛ پھر اس کے لئے **دوزخ کی طرف ایک کھڑکی کھولی جاتی ہے** اور وہ دیکھتا ہے کہ آگ کے تیز شعلے ایک دوسرے کو کھا رہے ہیں۔ اور اس سے کہا جاتا ہے "یہ **تیرا ٹھکانہ ہے** اس شک کے سبب جس میں تو مبتلا تھا اور جس پر تو مرا اور اسی پر تو اٹھایا جائے گا **اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا**"۔ [سنن ابن ماجہ۔ جلد سوم۔ زہد کا بیان۔ حدیث ۱۱۴۸]

اور اس کے بر خلاف جس مومن مسلمان کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ مضبوط ہوتا ہے؛ تو اللہ سبحان و تعالیٰ خود اس کے رزق میں موجود دنیاوی نعمتوں کے حصول سے اس کی حفاظت فرماتے ہیں اور بدلے میں اُس کے رزق کے دائرہ کو ناقابل تغیر رکھتے ہوئے؛ اُس کی دینی نعمتوں میں وسعت عطا فرماتے ہیں۔

- ✓ رسول کریم ﷺ نے فرمایا "جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو دوست رکھتا ہے تو **اس کو دنیا سے بچاتا ہے** جس طرح کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے مریض کو پانی سے بچاتا ہے"۔ [مشکوۃ شریف۔ جلد چہارم۔ آرزو اور حرص کا بیان۔ حدیث ۱۱۷۴]

اور جو اشخاص اپنی نیت؛ اپنی محنت اور اس کے نتیجہ میں دینی و دنیاوی نعمتوں کی باہم کشاکش کے ربط سے جہالت میں مبتلا ہیں؛ انہیں کے متعلق قرآن کا فرمان ہے کہ

- ✓ قُلۡ هَلۡ نُنَبِّئُكُم بِٱلۡأَخۡسَرِينَ أَعۡمَٰلًا ۞ ٱلَّذِينَ ضَلَّ سَعۡيُهُمۡ فِي ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا وَهُمۡ يَحۡسَبُونَ أَنَّهُمۡ يُحۡسِنُونَ صُنۡعًا [سورۃ الکھف؛ ۱۰۳۔ ۱۰۴] کہہ دو کہ ہم تمہیں بتائیں جو **عملوں کے لحاظ** سے بڑے نقصان میں ہیں۔ وہ لوگ **جن کی سعی دنیا کی زندگی میں برباد ہوگئی**۔ اور وہ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ اچھے کام کر رہے ہیں۔

حتٰی کہ روز محشر فاسق؛ فاجر؛ منافق؛ ظالم اور مفسد تو کیا بڑے سے بڑا ولی بھی ان دنیاوی نعمتوں پر افسوس کرے گا جن سے مستفید ہونے کے عوض وہ ان کے مساوی دینی نعمتوں کے عملی حصول سے محروم رہ گیا۔

- ✓ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "کوئی شخص ایسا نہیں جو موت کے بعد شرمندہ نہ ہو"؛ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا "یارسول اللہ ﷺ کس چیز پر ندامت ہوگی"؛ آپ ﷺ نے فرمایا

"اگر تم نیک ہو تو نادم ہو گا کہ میں نے **زیادہ عمل کیوں نہ کیا** اور اگر گناہ گار ہے تو اس بات پر ندامت ہو گی کہ میں گناہ سے کیوں نہ بچا"۔ [جامع ترمذی ۔ جلد دوم ۔ گواہیوں کا بیان ۔ حدیث ۲۹۶]

عصر حاضر میں اس موضوع کی اہمیت کے پیش نظر ہم مندرجہ بالا معلومات کو ایک حدیث اور عصر حاضر کی دو مثالوں کے ذریعے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں؛ کہ شاید بات دل میں اتر جائے۔۔۔۔۔

- ✓ حضرت ابو اسامہ ؓ سے روایت ہے ایک شخص نے کہا "یا رسول اللہ ﷺ مجھے **سیر و سیاحت** کی اجازت مرحمت فرمائیے۔" آپ ﷺ نے فرمایا "میری امت کی سیاحت **اللہ کے راستہ میں جہاد** کرنا ہے"۔ [سنن ابوداؤد ۔ جلد دوم ۔ جہاد کا بیان ۔ حدیث ۷۲۱]

امر واقعہ ہے کہ ایک عبادت گزار انسان کی حالت قیام میں دینی زندگی حالت سفر کی نسبت کہیں بہتر اور مکمل ہوتی ہے؛ تو مندرجہ بالا حدیث میں یہی نقطہ بیان کیا گیا ہے کہ ہر وہ سفر جس کے نتیجہ میں کوئی شرعی ضرورت پوری نہ ہوتی ہو وہ عبث اور دین میں ناپسندیدہ درجہ میں ہے کیونکہ ایسی صورت حال میں انسان اختیاری طور پر غیر ضروری دنیاوی نعمت کے حصول کے باعث اپنے ہی دینی رزق میں کمی کا باعث بنتا ہے اور دین میں شرعی سفر دو ہی ہیں؛ **اول** اللہ کے دینی یا دنیاوی فضل کی تلاش میں زمین پر سفر کرنا [۔۔۔ آخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ ۔۔۔ [سورۃ المزمل ؛ ۲۰] ۔۔۔ بعض خدا کے فضل کی تلاش میں ملک میں سفر کرتے ہیں ۔۔۔] (یعنی شرعی تجارت؛ دین کی خاطر ہجرت؛ حج و عمرہ؛ دعوت دین؛ علم کا حصول) یا **دوم** اللہ کے راستے قتال فی سبیل اللہ کے واسطے سفر کرنا [۔۔۔ وَآخَرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۔۔۔ [سورۃ المزمل ؛ ۲۰] ۔۔۔ اور بعض خدا کی راہ میں لڑتے ہیں ۔۔۔] (یعنی اقدامی جہاد فی سبیل اللہ؛ دفاعی جہاد فی سبیل اللہ)۔ تو ہر وہ سفر جس کے نتیجہ میں کوئی شرعی ضرورت پوری ہوتی ہو؛ وہ عین مطلوب اور پسندیدہ درجہ میں ہے کیونکہ ایسی صورت حال میں انسان اختیاری طور پر اپنی حالت قیام کی دنیاوی نعمتوں میں ظاہری کمی کے باوجود؛ اُن نعمتوں کے ثمرات ضائع کیے بغیر؛ مزید دینی نعمتوں کے ذریعے اپنے ہی دینی رزق میں اضافہ کا سبب بنتا ہے؛ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛

- ✓ "بندہ جب بیمار ہوتا ہے یا سفر کرتا ہے تو اس کے لیے ان **عبادات کا ثواب** لکھ دیا جاتا ہے جنہیں وہ **حالتِ اقامت** یا صحت میں ادا کیا کرتا تھا"۔ [ مشکوۃ شریف ۔ جلد دوم ۔ جنازوں کا

عصر حاضر کی پہلی مثال کا تعلق دنیاوی طبقہ سے ہے؛

عصر حاضر میں مسلمان نوجوانوں کی اکثریت مسلمان ممالک سے ترقی یافتہ کفریہ ممالک کی طرف؛ تجارت کے مقصد سے نہیں؛ بلکہ دنیاوی کشائش کے حصول کے لیے ہجرت کرتی نظر آتی ہے اور یہ بات بھی مشاہدہ کی ہے کہ اگر ان کی ہجرت سے پہلے اور بعد کی زندگی کا موازنہ کیا جائے تو یقیناً ان کی انتہائی بڑی اکثریت اپنے مطلوبہ ہدف میں کامیاب بھی نظر آتی ہے اور اس کشائش کا عمومی جواز معاشرہ میں یہی معروف ہے کہ "جہاں رزق ہو انسان وہیں پہنچ جاتا ہے"۔

سوچنے والی بات یہ ہے کہ کیا واقعی جگہ کی تبدیلی رزق میں کشائش کی باعث ہے؛ یا کفریہ ممالک میں جو اختیاری اور غیر اختیاری دینی امور اس کی زندگی میں سے حذف ہو گئے؛ انہیں کے عوض اس کے دنیاوی نعمتوں والے رزق کے جزو میں اضافہ ہو گیا ہے۔ مثلاً اکثر مسلم ممالک میں آج بھی؛ اعلانیہ دین پر کاربند رہنے کی نعمت؛ باجماعت نماز کی نعمت؛ اذان کی آواز کی نعمت؛ رمضان کی اجتماعی سطح پر تعظیم اور تقدس کی نعمت؛ عیدین کے تہواروں کی نعمتیں؛ قربانی کی نعمت؛ جہاد فی سبیل اللہ کی نعمت؛ پردہ کی نعمت؛ بے حیائی اور بے غیرتی کے مناظر سے تحفظ کی نعمت؛ والدین کے حقوق کی ادائیگی کی نعمت؛ اولاد کی تربیت کی نعمت؛ قرابت داروں کے حقوق کی ادائیگی کی نعمت؛ پڑوسیوں کے حقوق کی ادائیگی کی نعمت؛ امر بالمعروف اور نہی المنکر کی نعمت؛ گناہ کو اعلانیہ طور پر قولی اور فعلی طور پر گناہ سمجھنے کی نعمت؛ اعلانیہ گناہوں میں ملوث افراد سے قولی اور فعلی براَت کی نعمت؛ حربی کفار سے اعلانیہ نفرت کی نعمت اور ان ہی جیسی بے شمار مزید انفرادی اور اجتماعی دینی نعمتیں موجود ہیں؛ جن کو اختیاری طور پر ترک کرنے سے ہجرت کرنے والے کے رزق میں جو خلا پیدا ہوتا ہے؛ اس کو اللہ سبحان و تعالیٰ؛ اس کی محنت کے عوض؛ اس کی دنیاوی نعمتوں میں وسعت سے پُر فرماتے ہوئے؛ اس کے رزق کے مجموعی دائرہ کو ناقابل تغیر رکھتے ہیں۔

دوسری عصر حاضر کی مثال کا تعلق دینی طبقہ سے ہے؛

- ✓ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے **سخت آزمائش** کس پر آتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انبیاء کرام علیہم السلام پر، حضرت ابو

سعید خدری ﷺ نے پوچھا؛ ان کے بعد؟ فرمایا؛ **علماء پر**؛ انہوں نے پوچھا؛ ان کے بعد؟ فرمایا صالحین پر۔۔۔۔۔۔۔[المستدرک؛ جلد اول؛ کتاب الایمان؛ ۱۱۹]

اگر دنیاوی طبقہ دنیاوی مال و دولت کی نعمت کی چاہت میں اپنے دینی رزق میں کمی کے لیے اختیاری طور پر تیار ہے؛ تو بعینہ آج ہمارے دینی طبقہ کی اکثریت بھی دنیاوی سکون کی نعمت کی چاہت میں اپنے دینی رزق میں کمی کے لیے اختیاری طور پر سر گرداں نظر آتی ہے۔

یعنی ہمارے دینی طبقہ کا عمومی دنیاوی سکون؛ وراثت انبیاء کی نعمت میں اختیاری کمی کے نتیجہ میں؛ مختلف انواع کے سکون اختیار کرنے کا مجموعہ ہے مثلاً: طاغوت کی حمایت کرتے ہوئے خالص توحید کی نعمت کو نہ بیان کرنے کی وجہ سے سکون؛ جمہوریت کی حمایت کرتے ہوئے خلافت کی نعمت کی فرضیت کو نہ بیان کرنے کی وجہ سے سکون؛ قومیت کی حمایت سے امت کی نعمت کی فرضیت کو نہ بیان کرنے کی وجہ سے سکون؛ قرضوں کی بنیاد پر معاشی نظام کی حمایت سے اسلامی معاشی نظام کی نعمت کی فرضیت کو نہ بیان کرنے کی وجہ سے سکون (صرف سود کی زبانی کلامی مذمت کافی نہیں؛ بلکہ موجودہ معاشی نظام کی بنیاد ہی یعنی قرض کی بنیاد پر تخلیق زر کے باعث حرام ہے)؛ حمیت اسلامی کے منافی امن و آشتی کی حمایت میں جہاد فی سبیل اللہ کی نعمت کی فرضیت کو نہ بیان کرنے کی وجہ سے سکون؛ بے دلیل مکتب فکر کی حمایت میں حق کے ادراک کے باوجود اس کو نہ بیان کرنے کی وجہ سے سکون؛ مسجد کمیٹیوں اور ملکی اور غیر ملکی معاونین سے مداہنت[6] کے باعث بر محل حق نہ بیان کرنے کی وجہ سے سکون؛ سائنس و ٹیکنالوجی سے مرعوبیت کے باعث کفریہ اقوال اور اعمال نہ بیان کرنے کی وجہ سے سکون؛ دین کے سرکاری نقطہ نظر سے مداہنت کے باعث ضروریات دین کو نہ بیان کرنے کی وجہ سے سکون؛ غیر شرعی عدالتی نظاموں کی حمایت اور مداہنت کے باعث شریعت کی فرضیت نہ بیان کرنے کی وجہ سے سکون؛ عصر حاضر کے تناظر میں الولاء اور البراء[7] کے مسائل نہ بیان کرنے کی وجہ سے سکون۔

ان تمام دنیاوی سکون کو اختیار کرنے کا نتیجہ ہی اس طبقہ کے **دنیاوی سکون کی نعمت میں وسعت** اور **وراثت**

---

6 شیخ عبد الحق محدث دہلوی ؒ لکھتے ہیں؛ "ذاتی منفعت، طلبِ دنیا اور لوگوں سے فائدہ حاصل کرنے کے لیے دین کے معاملے میں جو نرمی کی جائے، وہ مُدَاہَنَت ہے۔" [اَشِعَّةُ اللَّمعات، ج:۴، ص:۱۷۴]۔

7 ملاحظہ فرمائیں "قوا انفسکم و اھلیکم (ڈیجٹل ایڈیشن چہارم)" میں مضمون "الولاء والبراء کی حقیقت"

**انبیاء کی نعمت میں کمی** کا باعث ہے؛ یقینی امر ہے کہ حق بیان کرنے سے ایک عالم کے دنیاوی سکون کی نعمت میں کمی؛ اور حق بیان کرنے اور اس پر صبر کرنے کے باعث ہی اس کی وراثت انبیاء کی نعمت میں اضافہ واقع ہوتا ہے؛ [۔۔۔۔وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ [سورۃ العصر؛ ۳]۔۔۔۔اور آپس میں حق (بات) کی تلقین اور صبر کی تاکید کرتے رہے۔] اور اسی کے ذریعے اس کے رزق کا مجموعی دائرہ ناقابل تغیر رہتا ہے۔

یاد رہے کہ مندرجہ بالا دونوں مثالوں میں مرتب کردہ فہرستیں حتمی نہیں ہے بلکہ ہر ذی روح بخوبی اندازہ رکھتی ہے کہ وہ کس دینی نعمت کے عوض کون سی دنیاوی نعمت کی وسعت کا سودا کر رہی ہے۔

[بَلِ الْإِنْسَانُ عَلَىٰ نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ [سورۃ القیامہ؛ ۱۴] بلکہ انسان آپ اپنا گواہ ہے۔]

یہاں رزق میں برکت اور زیادتی کا فرق واضح کرنا لازم ہے کیونکہ اکثریت کے نزدیک دنیاوی نعمتوں میں زیادتی ["ھذا من فضل ربی"] ہی رزق میں برکت کے مترادف ہے۔

قرآن حکیم میں رزق میں **برکت** کو ایمان اور تقویٰ کا حاصل بتایا ہے؛

- ✓ وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِنْ كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ [سورۃ الاعراف؛ ۹۶] اگر ان بستیوں کے لوگ **ایمان لے آتے اور پرہیز گار ہو جاتے**۔ تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی **برکات (کے دروازے) کھول دیتے** مگر انہوں نے تو تکذیب کی۔ سو ان کے اعمال کی سزا میں ہم نے ان کو پکڑ لیا۔

جبکہ رزق میں **زیادتی** کو اللہ تعالیٰ کے احکامات سے اختیاری روگردانی کا حاصل بتایا ہے؛

- ✓ فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّىٰ إِذَا فَرِحُوا بِمَا أُوتُوا أَخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً فَإِذَا هُمْ مُبْلِسُونَ [سورۃ الانعام؛ ۴۴] پھر جب انہوں نے **اس نصیحت کو** جو ان کو کی گئی تھی **فراموش کر دیا** تو ہم نے ان پر **ہر چیز کے دروازے کھول دیئے**۔ یہاں تک کہ جب ان چیزوں سے جو ان کو دی گئی تھیں خوب خوش ہو گئے تو ہم نے ان کو ناگہاں پکڑ لیا اور وہ اس وقت مایوس ہو کر رہ گئے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ برکت وہ **دینی نعمت** ہے؛ جو رسول اللہ ﷺ کے گھر میں دو دو مہینے چولہا ٹھنڈا رہنے کہ باوجود نازل ہو رہی تھی؛ صحابہ رضی اللہ عنہم کے پیٹ پر پتھر باندھنے کے باوجود مدینہ منورہ پر نازل ہو رہی تھی۔ اس

برکت کی نعمت کے مشاہدہ کی لیے ایمان لازم ہے؛ جس کی کمی کے باعث جس طرح رسول اللہ ﷺ کے دور میں یہ برکت منافقین کو نظر نہیں آتی تھی بعینہ ہماری عوام وخواص کی اکثریت کو بھی یہ برکت عصر حاضر میں طالبان کے افغانستان میں نازل ہوتی نظر نہیں آسکتی۔ اور جس طرح رسول اللہ ﷺ کے دور میں منافقین کو امید تھی کہ اسی معاشی کمزوری کے باعث مسلمان ختم ہو جائیں گے؛ اسی امید پر آج کا منافق بھی پریشانی میں زندہ ہے کیونکہ مؤمنین کی ظاہری ناکامی میں ہی اس کی منافقانہ زندگی کا جواز پوشیدہ ہے۔

- ✓ هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنفِقُوا عَلَىٰ مَنْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّىٰ يَنفَضُّوا وَلِلَّهِ خَزَائِنُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَفْقَهُونَ **[سورۃ المنافقون ؛ ۷]** یہی ہیں جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول خدا کے پاس (رہتے) ہیں ان پر (کچھ) **خرچ نہ کرو**۔ یہاں تک کہ **یہ (خود بخود) بھاگ جائیں**۔ حالانکہ آسمانوں اور زمین کے خزانے خدا ہی کہ ہیں لیکن **منافق نہیں سمجھتے**۔

بہرکیف برکت سے مراد ہمیشہ کا فقر وفاقہ نہیں ہے؛ بلکہ برکت اس جوہر یعنی اس پھل کا نام ہے؛ جو رزق میں موجود دنیاوی نعمتوں کے استعمال سے دینی نعمتوں کے حصول کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔ اور چونکہ نعمتوں میں اس حسن مراتب کا حصول صرف حکمت سے ممکن ہے؛ اسی لیے قرآن حکیم میں حکمت کو "خیراً کثیراً" سے تشبیہ دی گئی۔ یہی وہ اللہ سبحان وتعالیٰ کی طرف سے عطا کی گئی حکمت اور اس کے نتیجہ میں رزق میں پیدا ہونے والی برکت کی نعمت ہے؛ جو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ؛ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ وغیرہ جیسے کثیر المال صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگیوں میں نظر آتی ہے۔

اس کے برخلاف انسان کے رزق میں زیادتی کا تعلق؛ اس کی دینی نعمتوں میں کمی یا جمود کے باوجود؛ دنیاوی نعمتوں میں اضافہ سے ہے؛ اور دین میں اس کو استدراجی کیفیت سے تشبیہ دی گئی ہے۔

- ✓ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر تم دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی **نافرمانیوں کے باوجود** دنیا میں اسے وہ کچھ عطا فرما رہا ہے جو وہ چاہتا ہے تو **یہ استدراج ہے**، پھر نبی ﷺ نے یہ آیت **[سورۃ الانعام ؛ ۴۴]** تلاوت فرمائی کہ جب انہوں نے ان چیزوں کو فراموش کر دیا جن کے ذریعے انہیں نصیحت کی گئی تھی، تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے، حتی کہ جب وہ خود کو ملنے والی نعمتوں پر اترانے لگے تو ہم نے اچانک انہیں پکڑ لیا اور وہ ناامید ہو کر رہ گئے۔ **[مسند احمد - جلد ہفتم- حدیث ۴۶۵]**

دنیاوی طبقہ کو مال و دولت کے حساب سے اور دینی طبقہ کو اپنی زندگیوں میں سکون کے حوالے سے؛ اس قرآنی آیت اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی روشنی میں؛ محاسبہ کرنا چاہیے کہ اس کی دینی اور دنیاوی نعمتوں کا تناسب کیا ہے؟ اور کہیں وہ اختیاری جہالت کے سبب استدراج کا شکار نہیں ہو رہا؟۔

اور یہ رزق کی زیادتی اپنی انتہائی نوعیت پر پہنچ جاتی ہے جب دینی نعمتوں کے ذریعے ہی دنیاوی نعمتوں کا حصول کیا جائے؛ مثلاً دینی علم کا حصول ایک بہت بڑی دینی نعمت ہے؛ مگر اسی دینی نعمت سے اگر کوئی عالم دنیاوی نعمتوں کا حصول ہی اپنی زندگی کا مقصد قرار دے دے؛ یا جیسے جہاد فی سبیل اللہ میں شرکت ایک بہت بڑی دینی نعمت ہے؛ مگر اسی دینی نعمت سے اگر کوئی مجاہد دنیاوی نعمتوں کا حصول ہی اپنی زندگی کا مقصد قرار دے دے؛ اور اسی طرح تزکیہ نفس اور دینی رہنمائی ایک بہت بڑی دینی نعمت ہے؛ مگر اس دینی نعمت سے اگر کوئی پیر و مرشد دنیاوی نعمتوں کا حصول ہی اپنی زندگی کا مقصد قرار دے دے وغیرہ۔ قرآن حکیم میں اللہ سبحان و تعالیٰ نے فرمایا؛

- ✓ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ كِتَابًا مُؤَجَّلًا وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الْآخِرَةِ نُؤْتِهِ مِنْهَا وَسَنَجْزِي الشَّاكِرِينَ [سورۃ آل عمران ؛ ۱۴۵] اور کسی شخص میں طاقت نہیں کہ خدا کے حکم کے بغیر مر جائے (اس نے موت کا) وقت مقرر کر کے لکھ رکھا ہے اور جو شخص **دنیا میں (اپنے اعمال کا) بدلہ چاہے** اس کو ہم یہیں بدلہ دے دیں گے اور جو **آخرت میں طالبِ ثواب** ہو اس کو وہاں اجر عطا کریں گے اور ہم شکر گزاروں کو عنقریب (بہت اچھا) صلہ دیں گے۔

مندرجہ بالا آیت کا **تعلق** ان اعمال سے ہے؛ جو اس دنیا میں دینی نعمتوں کے حصول کے لیے رائج ہیں مگر اخروی ثواب کے لیے اپنی دینی نیت پر **معلق** ہیں؛ بر خلاف دنیاوی نعمتوں کے حصول والے اعمال تو اپنی دنیاوی نیت کے باعث؛ مسلمان اور کافر کو یکساں طور پر میسر ہیں اور آخرت کے ثواب کی بشارت سے محروم بھی ہیں۔ اسی اصول کی تائید مندرجہ ذیل حدیث میں بھی موجود ہے؛ جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛

- ✓ "جس شخص نے وہ علم کہ جس سے **اللہ تبارک تعالیٰ کی خوشنودی حاصل** کی جاتی ہے اس لئے سیکھا کہ اس کے ذریعہ اسے **دنیا کا کچھ مال و متاع مل جائے** تو ایسا شخص جنت کی خوشبو کو بھی نہیں پا سکے گا قیامت کے دن۔ یعنی جنت کی ہوا"۔ [سنن ابوداؤد ۔ جلد سوم ۔ علم کا بیان ۔

حدیث ۲۷۲]

جو عالم اپنی عملی زندگی میں؛ اپنے دنیاوی سکون کی نعمت کی قربانی دیتے ہوئے؛ اپنے حاصل کردہ علم پر حسب استطاعت کاربند نہیں ہے؛ تو یقیناً اگر ابتدا میں اس کی نیت دنیا کے حصول کی نہیں بھی تھی؛ تو کم از کم اللہ کے تقویٰ کے حصول کے لیے بھی خالص نہیں تھی؛ اور اب اس کی موجودہ عملی زندگی ہی اس کی نیت کی علم بردار ہے؛ اور چونکہ "۔۔۔۔ اعمال کا دارومدار خاتمہ پر ہے [صحیح بخاری ۔ جلد سوم ۔ دل کو نرم کرنے والی باتوں کا بیان ۔ حدیث ۱۴۴۰]" جس کا علم صرف اللہ کے پاس ہے؛ تو ظاہری طور پر مندرجہ بالا حدیث میں بیان کردہ وعید کی روشنی میں اب اس عمل کے جائز ہونے کی صرف دو ہی صورتیں ہیں؛ یعنی **غَيْرَ بَاغٍ** [طالب حرام نہ ہو] **وَلَا عَادٍ** [رخصت کی مقدار سے آگے نہ بڑھے]؛ یعنی نیت میں اس عمل کو قابل وعید مانتے ہوئے؛ دینی نعمتوں میں سے صرف ضروریات کے حصول کی حد تک استفادہ اٹھائے؛ نہ کہ نیت میں اس عمل کو جائز قرار دیتے ہوئے؛ اپنی خواہشات کے حصول کو ہی اپنی دینی نعمتوں کا مقصود ٹھہرا دے۔ اس اصول سے ان دنیاوی نعمتوں (چاہے ان کا تعلق ضروریات سے ہو یا خواہشات سے) کو استثنا ہے؛ جو گو دینی نعمتوں کے ذریعے ہی حاصل ہوں مگر نہ تو ان کے حصول کی نیت ہو اور نہ ہی ان کی مقدار متعین ہو؛ بلکہ کچھ صورتوں میں تو یہ دنیاوی نعمتیں افضل ترین ہیں؛ مثلاً جہاد فی سبیل اللہ کی نتیجہ میں مال غنیمت؛ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛

- ✓ ۔۔۔۔ میرا رزق میرے نیزے کے سائے کے نیچے رکھا گیا ہے۔۔۔۔ [مسند احمد ۔ جلد سوم ۔ حدیث ۱۱۹۴]

یہ دونوں اصول (یعنی نہ مال کی نیت اور نہ ہی اس کی مقدار متعین) ہر اس مال کی نعمت پر لاگو ہیں؛ جس پر معروفاً اجرت کی اصطلاح (یعنی عمل سے پیشتر ہی مال کی نیت اور اس کی متعین مقدار) کا اطلاق نہیں ہوتا؛

- ✓ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ "رسول اللہ ﷺ مجھ کو کچھ دیتے تو میں کہتا؛ اس شخص کو دے دیجیے؛ جو مجھ سے زیادہ محتاج ہو"؛ آپ ﷺ فرماتے کہ "جب اس مال میں سے کچھ تم کو ملے؛ اس حال میں کہ **تمہارا دل اس میں نہ لگے اور تم نہ مانگنے والے ہو تو** لے لو اور اگر نہ ملے تو **اس کے پیچھے نہ پڑو**۔" [صحیح بخاری ۔ جلد اول ۔ زکوۃ کا بیان ۔ حدیث ۱۴۱۶]

گو عمومی طور پر معروف ہے کہ یہ وقت کی اجرت ہے نہ کہ علم کی اشاعت کی؛ مگر اس حیلہ کے قابل عمل ہونے کے لیے لازم ہے کہ رسول اللہ ﷺ؛ صحابہ ؓ؛ تابعین ؒ یا تبع تابعین ؒ کی سنت سے علم کی اشاعت کا وہ طریقہ بھی معلوم ہو جو دین میں وعید کا مستحق بھی ہو اور وقت کا محتاج بھی نہیں ہو۔

دینی نعمتوں کو دنیاوی نعمتوں کے حصول کا ذریعہ بنانے کی قباحت محض نقل سے ثابت نہیں ہوتی بلکہ امت کی تاریخ میں اس کے شواہد بھی بکثرت موجود ہیں؛

ایک کافر اور مسلمان کی زندگی میں بنیادی فرق ہی دینی اسباب اور ان کی بنیاد پر دینی نعمتوں کا حصول کے دائرہ کی موجودگی ہے۔ ایک کافر جس کی کل محنت کا محور محض دنیاوی اسباب کے ذریعہ دنیاوی نعمتوں کا حصول ہے؛ تو وہیں ایک مسلمان کو اس دنیا میں اس سے دگنی محنت کرتے ہوئے؛ جہاں دنیاوی اسباب کے ذریعے دنیاوی نعمتوں کے حصول کی کوشش کرنی ہے؛ وہیں اس کا اولین فریضہ دینی اسباب کے ذریعہ دینی نعمتوں کا حصول ہونا چاہیے؛ اور یہ دگنی محنت اس امت کے سلف میں واضح نظر آتی ہے جہاں دینی اور دنیاوی طبقہ کی بنیاد پر تقسیم غیر معروف تھی۔ ہمارے اسلاف جہاں دینی نعمتوں کے حصول میں سر فہرست نظر آتے ہیں؛ تو وہیں مقدور بھر دنیاوی نعمتوں کے حصول کے لیے بھی ہر میدان میں نظر آتے تھے؛ تاکہ رسول اللہ ﷺ کے قول "فقر انسان کو کفر تک پہنچا دیتا ہے (سنن نسائی)" کی روشنی میں اپنے دین کو محفوظ بھی رکھ سکیں اور دنیادار عوام و حکمران کے اثر و رسوخ اور محتاجی سے آزاد بھی۔

اور دوسری طرف گزشتہ مسلمان امتوں کی طرح؛ اس امت کے زوال کے بھی اصل وجہ اہل علم کا دنیا پرستی میں مبتلا ہونا ہے۔ جس کے باعث؛ حق جاننے کے باوجود؛ دنیاوی نعمتوں کے تسلسل کو برقرار رکھنے کے لیے اختیاری طور پر دینی نعمتوں میں کمی اختیار کرنا؛ پچھلی امتوں کی طرح اس امت کے علما کا بھی خاصہ رہا ہے۔ اور اہم ترین وجہ اہل علم کا دنیاوی اسباب سے رہبانیت جیسا رویہ اختیار کرنے کے باعث اپنی دنیاوی نعمتوں کے حصول کے لیے دنیادار طبقہ کا محتاج ہونا ہے۔ عصر حاضر میں جس کی محض ایک مثال "کرونا" کے فتنہ میں اپنی دنیاوی نعمتوں (بالخصوص ذہنی؛ جسمانی اور مالی دنیاوی سکون کی نعمت) کو تغیر سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے متعدد دینی نعمتوں میں دینی طبقہ کی سند یافتہ بے دلیل اور قیاس باطلہ پر مشتمل تغیرات کی شکل

میں اب تاریخ میں محفوظ ہو چکا ہے؛ جس کی تفصیل "حق کی پہچان کی حقیقت "[8] میں بیان ہو چکی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہم دجالی دور کے اختتامی مراحل میں سے گزر رہے ہیں اور اب دجالی فتنوں کی شدت میں انتہائی تیز اضافہ ہو جائے گا۔ دجالی اور غیر دجالی فتنہ میں فرق محض اس فتنہ کے دائرہ کار پر محیط ہے؛ یعنی اگر فتنہ محدود لوگوں کو ایک علاقائی سطح پر متاثر کرے اور کوئی انفرادی سطح پر ہجرت کر کے اس علاقہ کو چھوڑ دے تو اس فتنہ سے محفوظ ہو جائے؛ تو ایسا فتنہ غیر دجالی فتنہ کہلائے گا؛ جبکہ دجال کی مانند؛ دجالی فتنہ کا اثر عالمی سطح پر نظر آئے گا اور محض ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ کی طرف انفرادی سطح پر ہجرت کرنا؛ اس فتنہ سے محفوظ رہنے کے لیے ناکافی ہو گا اور نہ ہی معاشرتی سطح پر اس کے عالمی اثرات سے بچاؤ ممکن۔ اس حقیقت کا ادراک اس لیے لازم ہے؛ کہ غیر دجالی فتنوں کے برعکس دجالی فتنوں سے اپنے تحفظ کے لیے؛ <u>ہمیں لازماً اپنے باطنی ایمان کے اندر تبدیلی لانی ہو گی</u> اور <u>دین کی رسی انتہائی مضبوطی سے تھامنی پڑے گی</u>؛ چاہے اس کے لیے کتنی ہی دنیاوی نعمتوں کا ظاہری خسارہ برداشت کرنا پڑے؛ ورنہ دونوں جہانوں کا یقینی خسارہ اٹھانا پڑے گا۔

عصر حاضر میں رزق میں موجود "**معیار زندگی کی نعمت میں کمی**" کا فتنہ نہ ہی علاقائی ہے؛ کہ ہجرت کر کے انفرادی طور پر اس سے تحفظ حاصل کر لیں؛ اور نہ ہی محدود افراد اس کا شکار ہے؛ کہ معاشرے اس کے عالمی اثرات سے محفوظ رہ سکیں؛ بلکہ یہ عین دجالی فتنہ ہے اور اس کا دائرہ کار اور اثر عالمی سطح پر پھیلا ہوا ہے۔

اس فتنہ کے دو ہی متاثرین ہیں؛ جن میں سے اکثریت کے حق میں یہ معیار زندگی کی کمی اور اقلیت کے حق میں معیار زندگی کے اضافہ کی صورت میں انتہائی تیزی سے پھیل رہا ہے۔ بد قسمتی سے جہاں معیار زندگی میں کمی والے؛ شیطان کے فقر و فاقہ کے ڈراؤں سے خوفزدہ اور اللہ کے فضل سے مایوس نظر آتے ہیں [الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُم بِالْفَحْشَاءِ وَاللَّهُ يَعِدُكُم مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ [سورة البقرة ؛ ۲۶۸] (اور دیکھنا) شیطان (کا کہنا نہ ماننا وہ) <u>**تمہیں تنگ دستی کا خوف دلاتا**</u> اور بے حیائی کے کام کرنے کو کہتا ہے۔ اور خدا تم سے <u>**اپنی بخشش اور رحمت کا وعدہ**</u> کرتا ہے۔ اور خدا بڑی کشائش والا (اور) سب کچھ جاننے والا ہے۔] وہیں معیار زندگی میں اضافے والے اپنی صلاحیتوں اور خوش بختی کے زعم میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ [قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ

---

[8] ملاحظہ فرمائیں "قوا انفسکم و اھلیکم (ڈیجٹل ایڈیشن چہارم)" میں مضمون "حق کی پہچان کی حقیقت"

دونوں گروہ متاثرین کو اپنی اس حالت کو اعتدال پر لانے کے لیے ایمان بالغیب کی اشد ضرورت ہے؛ ورنہ پہلا گروہ مایوسی کے باعث دجال اکبر کے کفر کا شکار ہو جائے گا اور دوسرا گروہ اپنے معیار زندگی کی حفاظت میں اپنی نفس پرستانہ دانش کی وجہ سے دجال اکبر کی ربوبیت کے دعویٰ کو مسترد کرنے سے قاصر ہو گا۔

پہلے گروہ متاثرین کو اپنے معیار زندگی کی کمی کو مثبت انداز میں لیتے ہوئے؛ اس امید پر اپنے ایمان کی افزائش اور اعمال صالحہ کی کثرت میں جُت جانا چاہیے؛ کہ شاید ان کی اسی نیت کے باعث؛ کسی بھی درجہ میں ان کی نسبت اُن افراد کے ساتھ ہو سکے جن کا ذکر مندرجہ ذیل حدیث میں موجود ہے؛

- ✓ ۔۔۔۔۔اور دجال کے نکلنے سے تین برس پہلے قحط ہو گا ان تینوں سالوں میں **لوگ بھوک سے سخت تکلیف اٹھائیں گے** پہلے سال میں۔۔۔۔۔ مگر جو اللہ چاہے؛ لوگوں نے عرض کیا "یارسول اللہ ﷺ پھر لوگ کیسے جئیں گے اس زمانہ میں"؛ آپ ﷺ نے فرمایا **"جو لوگ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللّٰهُ اور اللّٰهُ أَكْبَرُ اور سُبْحَانَ اللّٰهِ اور الْحَمْدُ لِلّٰهِ کہیں گے ان کو کھانے کی حاجت نہ رہے گی"** (یہ تسبیح اور تہلیل کھانے کے قائم مقام ہو گی)۔ [سنن ابن ماجہ ۔ جلد سوم ۔ فتنوں کا بیان ۔ حدیث ۹۵۷]

دوسرے گروہ متاثرین در حقیقت پہلے گروہ متاثرین سے بڑے فتنہ میں مبتلا ہے؛ کیونکہ اس طبقہ میں اس عظیم فتنہ کا احساس ہی مفقود ہے؛ بلکہ وہ اس فتنہ کو اپنے حق میں اللہ کا فضل قرار دیتے ہوئے مستقل اپنے معیار زندگی کی وسعت میں کوشاں ہیں۔ انہیں احساس ہی نہیں کہ اللہ نے ان کے رزق میں پہلے گروہ متاثرین کا رزق بھی امانتاً شامل کرتے ہوئے؛ نہ صرف ان کی جوابدہی کے دائرہ کو مزید وسیع فرما دیا ہے بلکہ اس امانت میں خیانت کا مداوا؛ انہیں اس دنیا میں اپنے رزق میں موجود دینی نعمتوں کی کمی سے ادا کرنا پڑے گا اور آخرت کا معاملہ اس سے کہیں زیادہ سخت ہے۔ اسی لیے اس عالمی فتنہ سے لڑنے کے لیے اس گروہ متاثرین کو پہلے گروہ متاثرین سے کہیں زیادہ ایمانی اور عملی مشقت برداشت کرنی پڑے گی؛ اگر وہ اپنی اخروی نجات کے لیے فکر مند ہے۔

اس مشقت کے آغاز کے لیے ایک مجرب نسخہ محض برادرانہ نصیحت کی بنیاد پر قلم بند کر رہا ہوں؛ جس سے

حسب ضرورت دونوں گروہوں کے افراد مستفید ہو سکتے ہیں؛ کہ جب بھی کسی خواہش یا غیر شرعی انفاق[9] کی آرزو پیدا ہو تو اس کو پورا کرنے سے پہلے اسی کے مساوی مال صدقہ کرنا شروع کر دیں اور یہ صدقہ ان کے معمول کے انفاق فی سبیل اللہ سے سوا اور صرف اپنی خواہش یا غیر شرعی انفاق کے بدل کی نیت سے ہونا چاہیے۔ یہ عمل اولاً غیر شرعی انفاق میں ترجیحات کو مرتب کر دے گا اور اللہ سبحان و تعالیٰ کی توفیق سے اگر نیت میں اخلاص موجود ہوا؛ تو رفتہ رفتہ غیر شرعی انفاق؛ شرعی انفاق میں تبدیل ہو جائے گا اور یہی مال کی نعمت فتنہ کے بجائے ان کے حق میں دینی نعمت قرار پانا شروع ہو جائے گی۔

یاد رہے کہ !!!!اس مضمون کے کل مخاطب وہ اہل ایمان ہیں؛ جو حلال و حرام اور دین میں جائز اور ناجائز کا احساس بھی رکھتے ہیں اور امکان بھر اس کی پاسداری میں عملی طور پر مصروف بھی ہیں۔ جو افراد حلال و حرام اور جائز و ناجائز کی بحث سے ہی آزاد ہو چکے ہیں؛ ان کو اس دور میں نصیحت کرنا ایک ناممکن امر ہے [الا من هداه الله الى صراط المستقيم]

- ✓ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا جب آدمی اس کی پرواہ نہیں کرے گا حلال یا حرام کس ذریعے سے اس نے مال حاصل کیا ہے"۔
  **[صحیح بخاری ۔ جلد اول ۔ خرید وفروخت کے بیان ۔ حدیث ۱۹۸۰]**

جن مضامین کے حوالہ جات اس مضمون میں شامل ہیں ان کے مطالعہ کے لیے راقم کی کتاب "قوا انفسکم و اھلیکم نارا (ایڈیشن چہارم)" مندرجہ ذیل مقامات پر موجود ہے۔

آن لائن مطالعہ کے لیے؛

https://www.meraqissa.com/book/1998

پی ڈی ایف ڈاؤن لوڈ؛

https://ketabton.com/index.php/books/15600

https://archive.org/details/20230215_20230215_1019

لا اله الا الله؛ لا اله الا الله؛ لا اله الا الله محمد رسول الله

اللهم صل على سيدنا محمد و على اٰلهٖ و صحابهٖ و بارك و سلم تسليماً كثيرا كثيرا

---

[9] ملاحظہ فرمائیں "قوا انفسکم و اھلیکم (ڈیجٹل ایڈیشن چہارم)" میں مضمون "اسراف، ابذار اور تکلف"